بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

سودی معیشت سے چھٹکارا۔ وقت کی اہم ترین ضرورت

سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں سود کے مسئلہ پر بحث گزشتہ تین ماہ سے جاری ہے۔ بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دینے کا وفاقی شرعی عدالت کا تاریخ ساز فیصلہ حکومت کی مخالفانہ اپیل کے باعث گزشتہ دس برسوں سے تعطل کا شکار تھا۔ خدا خدا کرکے اس کی سماعت کی نوبت آئی تھی لیکن دو ماہ قبل جب یہ بحث اپنے پورے زوروں پر تھی اور عوام و خواص کی نظریں اس مسئلے کے حوالے سے سپریم کورٹ پر مرتکز تھیں تو اچانک ایک ماہ کے لئے اسکی سماعت معطل کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لئے پاکستان کی ملی زندگی، ملکی معیشت اور مستقبل کے معاشی ڈھانچے کے اعتبار سے اہم ترین بحث ایک بار پھر پس پردہ چلی گئی۔ اوائل مئی ہی سے اگرچہ اس کی سماعت دوبارہ شروع ہو چکی ہے لیکن حکومت کا رویہ اس امر کی چغلی کھاتا ہے کہ وہ اس معاملے کو مزید طول دینے اور تاخیر و تعویق میں ڈالنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے ـــــ دوران سماعت فاضل جج حضرات کی جانب سے جو امید افزا کمنٹس آتے رہے ہیں ان کی بنیاد پر بجا طور پر یہ قیاس کیا جا رہا تھا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا جائے گا اور حکومتی اپیل مسترد کر دی جائے گی۔ اس قیاس کی بنیاد اس گہرے اعتماد پر قائم تھی جو پاکستان کے عوام کو یہاں کی اعلیٰ عدالتوں پر تھا لیکن گزشتہ چند ماہ کے دوران اعلیٰ عدالتوں کے بعض یکطرفہ فیصلوں نے اس اعتماد کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے اور یہ تاثر عام ہو چکا ہے کہ اب ہماری اعلیٰ عدالتیں بھی حکومتی دباؤ کو نظر انداز کر کے آزادانہ فیصلے کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھی ہیں ـــــ بہرکیف ہماری دعا ہے کہ یہ تاثر غلط ثابت ہو جائے اور سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بنچ سود کے مسئلہ میں حکومتی دباؤ سے آزاد ہو کر عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق حق بات کہنے اور درست فیصلہ کرنے کی ہمت و جرأت کر سکے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان کی معیشت کو کھوکھلا کرنے اور ملک کو معاشی ہی نہیں اخلاقی دیوالیہ پن کی بھی آخری حدوں تک پہنچانے میں سودی معیشت نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ سودی معیشت پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے بدترین استحصالی نظام ہے جو "چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر!" کا کامل مصداق ہے ـــــ معاشی عدل سے یکسر محروم اس نظام میں تمام ملکی و قومی وسائل اور دولت پر ایک مخصوص طبقہ قابض ہو جاتا ہے جسے قرآن نے "مترفین" کا نام دیا ہے، جبکہ ملک کی ایک عظیم اکثریت فقر و افلاس کا شکار ہو کر "محرومین" کی فہرست میں شامل ہو جاتی ہے ـــــ تقسیم دولت کا یہ انتہائی غیر منصفانہ نظام محض طبقاتی تفریق ہی کو جنم نہیں دیتا بلکہ بدترین سماجی بگاڑ اور شدید اخلاقی گراوٹ کا موجب بھی بنتا ہے ـــــ مترفین اور محرومین اگرچہ ایک ہی قوم کے افراد اور ایک ہی معاشرہ کا حصہ ہوتے ہیں لیکن ان کے درمیان نہ صرف یہ کہ اخوت و بھائی چارے کی فضا پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا بلکہ بیگانگی اور غیریت ہی نہیں شدید نفرت و عداوت کی خلیج حائل ہو جاتی ہے۔ ایسے استحصالی معاشرے میں محروم طبقات کو اگر موقع مل جائے تو وہ "طریق کوہ کن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی" کے مصداق اپنے "آقاؤں" کا گلا کاٹنے اور ان کی عزت و ناموس کی دھجیاں بکھیرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ایک جانب مترفین کی ہوسِ دولت انہیں "آدمی درندہ، بے دندان و جنگ" کے مصداق خونخوار بھیڑیا اور ناؤ نوش کا عادی بنا کر انسانیت کے شرف سے محروم کر دیتی ہے تو دوسری طرف "کاد الفقر ان یکون کفرا" کے مصداق فقر و افلاس کی انتہائی کیفیت "طبقہ محرومین" کو کفر کے دہانے تک لا پہنچاتی ہے۔ وہ محض ایک معاشی حیوان بن کر رہ جاتا ہے اور ایک غم روزگار کے سوا ہر دوسرا خیال اور بلند تر تصور یا نصب العین اس کے ذہن سے محو ہو جاتا ہے۔ بقول شاعر

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

اس کی حیثیت ایک کولہو کے بیل یا بار برداری کے جانور کی ہوتی ہے، چنانچہ نہ اللہ اور آخرت کا خیال اُسے کبھی آتا ہے، نہ دین اور مذہب اور ان کے تقاضوں کی جانب اس کا دھیان جاتا ہے اور نہ ہی اخلاقی و معاشرتی اقدار اور اصولوں کی اس کی نگاہ میں کوئی وقعت ہوتی ہے۔ گویا فی الواقع یہ طبقہ بھی "شرفِ انسانیت" سے محروم ہو کر حیوانات کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔ ایسے معاشرے میں کرپشن فروغ پاتی اور خیانت پھلتی پھولتی ہے۔ فقر و افلاس سے مجبور ہو کر ایک گروہ لوٹ مار کرتا اور ڈاکے ڈالتا ہے اور دوسرا گروہ جو نسبتاً "کم ہمت اور بزدل" ہوتا ہے، خودکشی اور خودسوزی کی راہ اختیار کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ آج کا پاکستانی معاشرہ اس ہولناک صورتحال کی عملی تصویر نہیں تو اور کیا ہے!!

انسانوں کو شرفِ انسانیت سے محروم کر دینے والا یہ ابلیسی نظام سودی معیشت کے بل پر استوار ہوا ہے۔ یہ نظام اللہ کے ساتھ کھلی بغاوت پر مبنی ہے، یہی سبب ہے کہ قرآن و حدیث میں سود کی حرمت کے ذکر میں سخت ترین الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ "اگر سود سے باز نہیں آتے تو سن لو کہ اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے!!"

اہل پاکستان اور بالخصوص حکمران طبقے کو جان لینا چاہئے کہ سودی معیشت سے جان چھڑائے بغیر اور اس منحوس استحصالی نظام سے رستگاری حاصل کئے بغیر نہ تو پاکستان کے معاشی و اقتصادی حالات میں کوئی مستقل و پائیدار تبدیلی لائی جا سکتی ہے، نہ ملک سے بددیانتی اور کرپشن کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بدامنی اور خوف و ہراس کی موجودہ فضا کو امن و امان میں بدلا جا سکتا ہے ـــــ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ جاری رکھ کر ہم پاکستان کی حالت کو سدھارنا چاہتے ہیں؟ ایں خیال است و محال است و جنوں! ○○

امیر تنظیم اسلامی کی بیرونِ پاکستان سے واپسی

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ، انگلینڈ اور ناروے کے دو ہفتوں پر محیط مختصر دورے کے بعد ان شاء اللہ 23 مئی کو وطن واپس پہنچیں گے۔ امیر تنظیم کے اس دورے کا پروگرام لگ بھگ چار ماہ قبل طے پا گیا تھا۔ اس سفر میں امیر تنظیم کی اہلیہ محترمہ کے علاوہ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب بھی امیر محترم کے ساتھ ہیں۔

P.C.O کے تحت حلف اٹھانے سے بعض بااصول ججوں نے انکار کر دیا

اگر نظریہ ضرورت کو بطور اصول تسلیم کر لیا جائے تو کوئی حرام شے حرام نہیں رہے گی

عدلیہ اگر حکومتی سازشوں کے خلاف ڈٹ جاتی تو وہ کامیاب مدافعت کر سکتی تھی

مرزا ایوب بیگ' امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور

امریکہ اور مغربی یورپ جدید دنیا کے بلاشک و شبہ معمار بھی ہیں اور امام بھی۔ ان کے عطا کردہ نظام ہائے زندگی کو دنیا کے تقریباً تمام ممالک بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر اپنا چکے ہیں۔ معاشی اور معاشرتی سطح پر یہ نظام زندگی خباثت اور شیطانیت سے اٹا ہوا ہے۔ البتہ سیاسی سطح پر یہ نظام بہت سی خوبیوں کا حامل بھی ہے۔ یہ نظام جسے جمہوریت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے' اس میں عوام کو حکومت سازی میں مرکزی اور بنیادی رول دیا گیا ہے اور شخصیات کی نسبت اداروں کو مستحکم کرنے کی زبردست کوشش کی گئی ہے۔ شروع میں جمہوریت کے تین پائے تھے' مقننہ' عدلیہ اور انتظامیہ۔ بعد ازاں صحافت کو بھی جمہوریت کا ایک ستون قرار دے دیا گیا' لہٰذا جمہوریت چوپایہ بن گئی۔ اس نظام یا طرز حکومت کی خوبصورتی یہ ہے کہ جمہوریت کے چاروں پائے اپنی اپنی حیثیت میں آزاد اور منفرد بھی ہیں پھر ان میں مطلوبہ رابطہ بھی موجود ہے' جس سے یہ جمہوریت ایک ایسی عمارت کی شکل اختیار کر گئی ہے جس کی اینٹیں اپنی الگ حیثیت بھی برقرار رکھتی ہیں اور باہمی ربط سے ایک دیوار بھی وجود میں آجاتی ہے۔

مقننہ قانون سازی کرتی ہے اور اسے قانون سازی سے کوئی نہیں روک سکتا۔ عدلیہ ان قوانین کی تشریح کرتی ہے اور اس کے اطلاق کو غلط یا صحیح قرار دیتی ہے۔ انتظامیہ جو خود بھی اکثر و بیشتر مقننہ کی پیداوار ہوتی ہے' مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کو عدلیہ کی تشریح اور تاویل کے مطابق عملدر آمد کرواتی ہے۔ ریاستی قوتیں چونکہ انتظامیہ کے تابع ہوتی ہیں اس لئے انتظامیہ ہی حکومت کہلاتی ہے' لیکن کوئی ایک ادارہ دوسرے ادارے کے دائرہ کار میں مداخلت نہیں کر سکتا البتہ اس لحاظ سے عدلیہ کو بحیثیت ادارہ برتری اور فوقیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ کسی نوعیت کی مداخلت یا متنازعہ معاملے میں فیصلہ کرنے کا مکمل اور حتمی اختیار رکھتی ہے۔ عدلیہ کی آزادی کے بغیر جمہوریت کا کوئی تصور نہیں۔ مغربی جمہوریت اور اسلام میں بحیثیت نظامِ زندگی جو چند چیزیں مشترک ہیں ان میں آزاد عدلیہ اہم ترین بھی ہے اور سرفہرست بھی' بلکہ اسلامی نظام میں مرکزی حیثیت ہی عدل کو حاصل ہے۔ وہ معاشرتی اور معاشی معاملات میں بھی عدل اور صرف عدل ہی کو ہر مسئلے کے حل کے لئے بنیاد اور اساس قرار دیتا ہے۔ کتنا بد قسمت ہے وہ ملک جو اسلام کو اپنا باپ اور جمہوریت کو اپنی ماں قرار دیتا ہے لیکن اس کی عدلیہ کو فوجی آمروں کے دور میں اعلانیہ اور جمہوری آمروں کے دور میں خفیہ طور پابہ زنجیر رکھا گیا۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض جج صاحبان نے جرأتِ رندانہ سے کام لیا اور وہ حاکم وقت کے دباؤ کے سامنے ڈٹ گئے لیکن بحیثیت مجموعی عدلیہ نے خوشنما اور مراعات بھری "غلامی" کو تکلیف دہ اور پر آزمائش انصاف پسندی پر واضح ترجیح دی۔ سپریم کورٹ پر حملے کے مسلم لیگی ملزمان کو گزشتہ ہفتے باعزت بری کیا گیا ہے' اس فیصلے نے راقم کے دکھ کو سوا کر دیا۔ جو عدلیہ دباؤ میں آکر خود اپنی عزت و آبرو پر حملہ آوروں کو بری کرنے پر مجبور ہو' وہ شہریوں کو کیا انصاف مہیا کرے گی؟

اس سے پہلے کہ اس فیصلے کا تفصیلی جائزہ لیا جائے' اس امر کا مختصر جائزہ لینا بہت مفید رہے گا کہ پاکستان میں عدلیہ پر حکومتیں کس کس طرح اثر انداز ہوئیں اور عدلیہ نے اکثر و بیشتر کس طرح بغیر مزاحمت کے ہتھیار ڈالے؟ پاکستان میں سول اور فوجی آمروں نے جمہوریت پر حملہ آور ہونے کے لئے عدلیہ کے کندھوں کو استعمال کیا۔ ۱۹۵۴ء میں گورنر جنرل غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کی حکومت کو برطرف کیا تو جسٹس منیر نے گورنر جنرل کے اس غیر آئینی' غیر جمہوری اور غیر اخلاقی اقدام کو قانونی جواز فراہم کر دیا۔ قیامِ پاکستان کے صرف گیارہ سال بعد جب فوج نے سول حکومت کو برطرف کر کے حکومت پر قبضہ کیا تو حکومت کا دباؤ عدلیہ پر مزید بڑھ گیا۔ صرف جسٹس محمد رستم کیانی نے ممکن حد تک اس دباؤ کی مزاحمت کی' بقیہ عدلیہ کو مارشل لاء کا طوفان بہا کر لے گیا۔ مارشل لاء کے بارے میں جسٹس کیانی کا یہ تاریخی جملہ ان کی جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

Misfortunes never come alone but this time they came in brigades.

بعد ازاں وقت نے ان کے ان ریمارکس کو صدفی صد درست قرار دیا۔

بھٹو دور بھی عدلیہ کے لئے سخت تھا۔ ایک سول جج کی اپنی عدالت میں گرفتاری اس دور کا ایک ایسا شرمناک واقعہ ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ بھٹو نے ایسی آئینی ترامیم بھی کیں جن سے عدلیہ کی طاقت کو کمزور اور کم کیا گیا۔ ضیاء الحق کا دور عدلیہ سے سلوک کے حوالے سے بدترین اور سیاہ دور تھا۔ اس دور میں عدلیہ پر مراعات اور عہدوں کا جال ڈالا گیا۔ جب دانے دُنکے کی لالچ میں عدلیہ نے خوبصورت پنجرے میں قید ہونا قبول کر لیا تو اسے بُری طرح ذلیل و رسوا کیا گیا۔ جنرل ضیاء الحق مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنے تو وہ عدلیہ کے ردعمل سے خوفزدہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ لاء سیکرٹری کے ذریعے تمام صوبوں کے چیف جسٹس صاحبان کو یہ پیشکش کی کہ وہ صوبوں کے قائم مقام گورنر بننے پر رضامند ہو جائیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ چاروں صوبوں کے چیف جسٹس صاحبان نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ انصاف پر یہ ایک کاری ضرب تھی جو خود عدلیہ کے ہاتھوں لگی۔ نصرت بھٹو آئینی کیس' جس میں انہوں نے مارشل لاء کے جواز کو چیلنج کیا تھا' میں عدلیہ نے نظریۂ ضرورت کا سہارا لے کر پاکستان میں انصاف کو زندہ درگور کر دیا۔ اگر نظریۂ ضرورت کو ایک اصول کے طور پر تسلیم کر لیا جائے تو کوئی حرام شے حرام نہیں رہے گی۔ اسی سیاہ فیصلے کو بنیاد بنا کر جنرل ضیاء الحق نے عوام کو پہلے حق رائے دہی سے محروم رکھا اور بعد ازاں جمہوریت کی ایسی درگت بنائی کہ اس وقت کے کھڑے کئے گئے مسائل آج بھی قوم کا پیچھا نہیں چھوڑ رہے۔ ضیاء الحق وہ پہلے سربراہ حکومت تھے اور اس

وقت کے چیف جسٹس پہلے چیف جسٹس تھے' جنہوں نے باہمی رابطے کے لئے ہاٹ لائن قائم کی تھی جو بذات خود انصاف پر شب خون مارنے کے مترادف ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کا کیس بھی ہماری عدلیہ کے ماتھے پر سیاہ دھبہ ہے۔ اگرچہ بھٹو بائیکاٹ کی دھمکی دے کر اپنے کیس میں فل بنچ بنوانے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن بعدازاں ایک جج صاحب کو زبردستی فارغ کر دیا گیا' ایک جج بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یا ملی بھگت سے ہسپتال داخل ہو گئے۔ عین ممکن ہے کہ انہیں کوئی حقیقی مسئلہ بھی درپیش ہو' بہرحال باقی نو میں سے پانچ جج جو سب کے سب پنجابی تھے انہوں نے موت کی سزا سنا دی جبکہ باقی صوبوں کے چاروں ججوں نے بھٹو کو باعزت بری کیا تھا۔ اس فیصلے سے پنجاب اور سندھ کے درمیان ایسی خلیج حائل ہو گئی جس کا پاٹنا شاید ممکن نہیں۔

مختلف اضافی عہدوں' لالچ اور مراعات سے جب عدلیہ بری طرح سرنگوں ہو گئی تو جنرل ضیاء الحق نے P.C.O کا ذرہ عدلیہ کی کمر پر دے مارا۔ جس سے عدلیہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ یہ P.C.O جسے جناب شریف الدین پیرزادہ نے جنرل ضیاء الحق کی فرمائش پر تیار کیا تھا' عدلیہ کے لئے انتہائی رسوا کن تھا۔ ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے تمام ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے ججوں کو اطلاع دی گئی کہ انہیں اِس P.C.O کے تحت دوبارہ حلف اٹھانا ہو گا' جو جج دوبارہ حلف نہیں اٹھائے گا یا جس جج کو نیا حلف اٹھانے کی دعوت نہیں دی جائے گی وہ اپنے آپ کو فارغ سمجھے۔ اگرچہ بہت سے ججوں نے غیرت کا مظاہرہ کیا اور حلف اٹھانے سے انکار کر دیا لیکن اکثر ججوں نے اپنے آپ کو بیروزگار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ تاریخ کا انتقام ملاحظہ فرمائیں۔ مولوی مشتاق اور جسٹس انوارالحق جو بالترتیب لاہور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس تھے اور جنہوں نے بھٹو کے خلاف ضیاء الحق کی منشاء کے مطابق فیصلہ دیا تھا' ان سے انتہائی بدسلوکی گئی۔ جب وہ P.C.O کے تحت بھی حلف اٹھانے پر تیار ہو گئے تو مولوی مشتاق کی عین وقت پر کرسی اٹھوا دی گئی اور ان سے حلف نہ لیا گیا اور جسٹس انوارالحق سے کہا گیا کہ وہ چونکہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں جا رہے ہیں۔ لٰہذا حلف نہ اٹھائیں۔ راقم کی رائے میں P.C.O کے تحت حلف اٹھانا کسی آئین کے تحت حلف اٹھانا نہیں تھا بلکہ یہ جنرل ضیاء الحق کے ہاتھ پر بیعت کرنا تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر تمام جج حضرات P.C.O کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیتے تو جنرل ضیاء الحق کو یقیناً پیچھے ہٹ جانا پڑتا لیکن اکثر و بیشتر ججوں نے یہ رسک نہ لیا۔

جونیجو حکومت کو جب برطرف کیا گیا تو حاجی سیف اللہ نے اس برطرفی کو عدالت میں چیلنج کر دیا۔ جنرل ضیاء الحق جو آئین کے بارے میں اکثر کہا کرتے تھے کہ یہ سولہ صفحات کا پلندہ ہے میں جب چاہوں پھاڑ کر پھینک دوں' انہوں نے ⑨۰ روز کی آئینی مدت کو بالکل نظرانداز کر دیا اور تقریباً پانچ ماہ بعد غیر جماعتی انتخابات کروانے کا اعلان کیا۔ جنرل صاحب خود اس دوران فضائی حادثے کا شکار ہو گئے۔ عدالت نے موقعہ غنیمت جانا اور قومی اسمبلی کی برطرفی بدنیتی پر مبنی قرار دے دی۔ جونیجو سے کہا گیا کہ وہ اگلے روز بتائیں کہ اگر ان کی حکومت بحال کر دی جائے تو وہ کب تک انتخابات کروائیں گے۔ جونیجو صاحب نے ایک مرتبہ پھر اچکن پہن لی لیکن ایک بار پھر انصاف اور جونیجو کے درمیان وردی حائل ہو گئی۔ وقت کے کمانڈر انچیف نے عدالت سے خفیہ رابطہ کیا اور فوری انتخابات کو وقت کی ضرورت قرار دیا۔ جس پر عدالت نے عجیب و غریب فیصلہ صادر کیا کہ اگرچہ قومی اسمبلی کی برطرفی کا حکم بدنیتی پر مبنی تھا اور آئین و قانون کی منشاء کے مطابق نہ تھا لیکن عوام اب ذہنی طور پر انتخابات کے لئے تیار ہو چکے ہیں لٰہذا برطرفی ناجائز ہونے کے باوجود ہم قومی اسمبلی بحال نہیں کرتے تاکہ عوام اپنی خواہش پوری کر سکیں۔ البتہ غیر جماعتی انتخابات کو ضیاء الحق کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

بے نظیر بھٹو کو ایک کمزور حکمران جانتے ہوئے عدلیہ نے بہت سے فیصلے حکومت کی منشاء کے خلاف کئے جن میں سے ۲۰ مارچ ۹۶ء کے فیصلے کو تاریخی فیصلہ قرار دیا گیا کہ عدالتی تقرریوں میں حکومت بے جا مداخلت نہیں کر سکتی۔

اب آیئے اس فیصلے کی طرف جس نے ہمیں عدلیہ کی کتھا کہانی سنانے پر مجبور کیا ہے۔ سپریم کورٹ اور نواز حکومت کے درمیان جب ٹھن گئی اور مفاہمت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی' جسٹس سجاد علی شاہ پے در پے حکومت کے خلاف فیصلے دے رہے تھے تو ایک روز بہت بڑے ہجوم نے سپریم کورٹ پر حملہ کر دیا' ہجوم نعرے لگا رہا تھا اور ججوں کو غلیظ گالیوں سے نواز رہا تھا۔ ججوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ اس ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ حملہ حکومت نے اپنے کارکنوں کے ذریعے سپریم کورٹ پر کروایا اور انتظامیہ خصوصاً پولیس حملہ آوروں کی پوری پوری مدد کر رہی تھی۔ اس حملے کی وڈیو فلم بنی جس میں حملہ آور صاف صاف پہچانے جاتے ہیں۔ فلم میں یہ آواز بھی ریکارڈ ہے کہ فارغ ہو کر سب کو پنجاب ہاؤس پہنچنا ہے جہاں وزیراعلیٰ شہباز شریف کی طرف سے کھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ایسی واضح صورت میں بھی یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ گواہ مہیا نہیں ہو رہے تھے اور ملزموں کے خلاف کسی نے نام لے کر گواہی نہیں دی لٰہذا سب ملزم باعزت بری! وڈیو فلم سے بڑی کون سی گواہی آپ کو ملے گی۔ یہ فیصلہ عدلیہ نے عدلیہ کے خلاف سنایا۔ عدلیہ نے آنے والے کل کی حکومت کو دعوت دی ہے کہ بے شک عدالت کی اینٹ سے اینٹ بجا دو' جس جج کو چاہو گریبان سے پکڑ لو' آنے والے وقت میں حکومت یہ بندوبست بھی کر لے گی کہ کوئی ویڈیو فلم نہ بن سکے۔ اگر حکومت مضبوط ہے اور حملہ آوروں کی صحیح معنوں میں پشت پر ہے تو گواہ تاقیامت دستیاب نہیں ہوں گے اور سپریم کورٹ نے یہ نظیر قائم کر دی ہے کہ جو چاہے کرو' اگر حکومت راضی تو ہم بھی راضی۔ ہم سب کچھ حکومت کی شفقت اور محبت کا انداز سمجھ کر قبول کر لیں گے۔ کوئی ذی ہوش شخص سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو سپریم کورٹ کا فیصلہ تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ فیصلہ ملزموں کی سرپرست اور پشت پناہ حکومت کا ڈکٹیٹ کیا گیا فیصلہ ہے۔ اس میں ملزم جج اور عدلیہ مجبور نظر آتی ہے۔ وہ معاشرہ کس طرح تباہی و بربادی سے بچ سکے گا جہاں جج حاکم کا فون سنتے وقت یس سر یس سر (Yes Sir, Yes Sir) کی گردان کرتے سنائی دیں اور اثبات میں زور زور سے گردن ہلاتے نظر آئیں؟

حقیقت یہ ہے کہ ہادی برحق رحمت العالمین فخر موجودات اور محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ نے انصاف کے لئے دنیا کو ایسی بنیاد فراہم کر دی ہے کہ جب بھی اس بنیاد سے انحراف کیا جائے گا' انصاف غرق اور ظلم عام ہو جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے قومیں اس لئے تباہ ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی قانون شکنی کرتا تھا تو وہ اپنے بڑے پن کی وجہ سے سزا سے بچ جاتا اور جب کوئی غریب' مسکین یا دنیوی وسائل سے محروم شخص قانون ہاتھ میں لیتا تو بدترین سزا پاتا۔ اثر و رسوخ کے حامل خاندان بنی مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون جب چوری کے مقدمہ میں ملوث ہوئی تو اس موقع پر کہے گئے آپؐ کے یہ الفاظ عدلیہ کے لئے مختصر اور جامع Directive ہے ہیں "کہ اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا"۔

یہ وہ سنہری و بنیادی اصول ہے جو آپؐ نے عدلیہ کو دیا۔ بات پھر وہاں تک پہنچے گی کہ جب تک ہم دل و جان سے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کو بلا شرکت غیرے دل و جان سے تسلیم نہیں کرتے اور جب تک ہم سنّت رسولؐ کو اپنا امام نہیں بناتے' ہماری اسمبلیاں وڈیروں کے ڈیرے بنی رہیں گی اور ہماری عدلیہ خود حاکموں کے در پر پناہ ڈھونڈتی رہے گی۔

ہمارا مطالبہ ہماری اپیل
دستورِ خلافت کی تکمیل

مغرب کا اقتصادی نظام بدترین استحصالی نظام کا مظہر ہے

اسلام کے علمبردار اور نام لیوا خود ہی طالب اقتدار بن کر کشاکش اقتدار کے اکھاڑے میں اُتر گئے

سوال یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور جمہوریت کی بلند ترین اقدار کی پیوند کاری کس طریقے اور نسبت و تناسب سے ہو؟

پاکستان حقیقی اسلامی جمہوری فلاحی سلطنت بن کر ہی پورے عالم انسانیت میں منارۂ نور کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے

اسلامی ریاست میں کامل شہریت صرف مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے!

معروف صحافی اور کالم نگار ارشاد احمد حقانی کے نام امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

کے مکتوب کا دوسرا حصہ جو تاہنوز شرمندۂ اشاعت نہیں ہو سکا!

اب ذرا اس مسئلے پر بھی مختصر گفتگو ہو جائے کہ پاکستان اسلام اور جمہوریت کے اس حسین امتزاج کے رخ پر فیصلہ کن انداز میں کیوں پیش قدمی نہ کر سکا جس کا آغاز قرارداد مقاصد سے ہوا تھا۔ تو جیسے کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس کے دو اسباب تھے' ایک اپنی یا اپنوں کی غلطی' اور دوسرے اغیار و اعداء کی سازش۔ چنانچہ اپنی یا اپنوں کی غلطی تو یہ تھی کہ مولانا مودودی "انقلاب قیادت" کا نعرہ لگا کر مسلم لیگی قیادت کے مدمقابل بن کر سامنے آ گئے اور اس حیثیت سے انہوں نے ۵۱ء کے انتخاباتِ پنجاب کے میدان میں چھلانگ لگا دی —— جس کے نتیجے میں اسلام اب پوری قوم کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ ایک سیاسی جماعت کا پارٹی ایشو بلکہ انتخابی نعرہ بن کر رہ گیا۔ اور اگرچہ اس پہلے معرکے میں جماعت اسلامی چاروں شانے چت آئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے طریق کار کے ضمن میں ترمیم در ترمیم پر عمل کرتے ہوئے پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس راہ پر گامزن رہی' خواہ نتیجہ' سوائے ایک خاص دور میں کراچی کے بلدیاتی الیکشن کے ہمیشہ ڈھاک کے تین پات ہی کے مصداق رہا —— لیکن کچھ عرصہ بعد دوسری مذہبی جماعتیں بھی اس خیال سے اس میدان میں داخل ہوتی چلی گئیں کہ ؎ "یہ کیا ضرور سب کو ملے ایک سا جواب۔ آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی!" جس کے نتیجے میں متعدد اسلام ایک دوسرے کے مقابل میں آ گئے جس کے نتیجے میں فرقہ واریت میں شدت اور تلخی بڑھتی چلی گئی! —— گویا جتنا بڑا صحیح اقدام یہ تھا کہ عوامی دباؤ کے تحت اس ملک کی گاڑی کو اسلام کی سمت میں دھکیلا جائے' اتنی ہی بڑی ہمالیہ ایسی غلطی یہ تھی کہ اسلام کے علمبردار اور نام لیوا خود طالب اقتدار بن کر پاور پالیٹکس یعنی کشاکش اقتدار کے اکھاڑے میں اُتر گئے!

اس سب کے علی الرغم جب ۱۹۵۶ء کے دستور میں قابل لحاظ اسلامی دفعات شامل ہو گئیں تو اب مرئی اور غیر مرئی ابلیسی قوتوں نے سازش کا جال پھیلایا' اس لئے کہ شیطان لعین نے اپنی صلبی اور معنوی اولاد کے ذریعے صدیوں کی منصوبہ بندی اور سرتوڑ جدوجہد کے ذریعے لادین اور بے خدا سیاست' سود اور جوئے پر مبنی معیشت' اور مخلوط اور حیا سوز معاشرت کی جو بساط بچھائی تھی' پاکستان کی اسلامی ریاست کی جانب پیش قدمی اس کے خلاف بہت بڑے چیلنج بلکہ ایک حالیہ اصطلاح کے مطابق "پہلے بڑے پتھر" کی حیثیت رکھتی تھی —— چنانچہ عالمی صیہونی تحریک کے آلۂ کار WASP یعنی "WHITE ANGLO-SAXON PROTESTANTS" کے سرخیل امریکہ بہادر نے افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان کو امریکہ بلا کر ان کی پشت پر کوئی ایسا ہاتھ پھیرا کہ انہوں نے دستور کے ساتھ ساتھ دستوریہ کی بساط بھی لپیٹ کر رکھ دی اور مارشل لاء نافذ کر دیا۔ (یاد ہو گا کہ اسی کا ایک ایکشن ری پلے حال ہی میں پاکستان میں ہوتے ہوتے رہ گیا' جب سابق چیف آف آرمی اسٹاف جنرل کرامت صاحب کو خصوصی دعوت پر امریکہ بلایا گیا اور انہیں وہاں نہایت غیر معمولی پروٹوکول دیا گیا —— جس کا نتیجہ نیشنل ڈیفنس کونسل کی تجویز کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جنرل ایوب خان کے زمانے میں ملک میں سیاسی ابتری کی کیفیت تھی اور اس وقت ملک پر ایک ایسے شخص کی حکومت ہے جو بالکل ﴿لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا﴾ کے سے انداز میں اپنے اقتدار و اختیار میں کسی کو بھی ساجھی بنانے پر آمادہ نہیں' حتیٰ کہ اس نے خود اپنے بھاری مینڈیٹ کے جن کو بھی آہنی زنجیروں میں خوب جکڑ کر رکھا ہوا ہے!) —— بہرحال ۵۸ء کے بعد کے چالیس سالوں کے دوران پاکستانی سیاست میں جو اتار چڑھاؤ آتے رہے ان کے بین السطور یہ کشاکش بھی مسلسل چلتی رہی یا بالفاظ دیگر یہ "معرکۂ روح و بدن" پیہم برپا رہا کہ ؎ "ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر۔ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے!" کے

مصداق ایک جانب عالمی بے خدا تہذیب کا دباؤ اور پاکستان کے مقتدر (ELITE) طبقات جو اس تہذیب کے مریدانِ باصفا تھے اس ملک کو سیکولرزم کی جانب کھینچتے رہے' تو دوسری جانب تحریک پاکستان کی بچی کھچی اندرونی قوت متحرکہ اور مذہبی جماعتوں کا مجموعی اثر و رسوخ مزاحمت کرتے رہے —— جس کا نتیجہ ایک جمود (STALEMATE) کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جس کے مضر اثرات لامحالہ طور پر ہماری اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں پر مترتب ہوئے!

ان حالات میں آپ کا یہ انتباہ بہت بروقت ہے کہ "اگر ہم پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک جدید اسلامی' روشن خیال' معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ' جمہوری فلاحی مملکت بنانے میں ماضی کی طرح حال اور مستقبل میں بھی ناکام رہتے ہیں تو لوگوں کے لئے قیامِ پاکستان کا جواز سمجھنا روز بروز مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جائے گا!" —— لیکن اس ضمن میں سب سے اہم اور عملی اعتبار سے مشکل ترین سوال تو یہ ہے کہ اس کے لئے کون اور کس طریق پر جدوجہد کرے؟ لیکن اس سے پہلے بھی اور غالباً اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل سوال یہ ہے کہ اسلام کی سرمدی اور ابدی تعلیمات کے ساتھ جمہوریت کی جدید ترین اور بلند ترین اقدار —— اور قدیم اصولوں کے ساتھ جدید اداروں کی پیوند کاری کس طریقے اور کس نسبت و تناسب سے ہو؟

اس سلسلے میں آپ نے اپنی اس تحریر میں جو STRAY اشارات کئے ہیں ان سے کوئی مکمل نقشہ تو نہیں بنتا تاہم سوچ کا ایک رخ ضرور سامنے آیا ہے۔ اسی رخ پر قدرے زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اور کسی قدر "فاش تر" انداز میں ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب بھی لکھتے رہے ہیں۔ مستقبل کی اسلامی ریاست کے ضمن میں اس سے بالکل مختلف بلکہ برعکس ہے وہ نقشہ جو اکثر و بیشتر مذہبی لوگوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے' یعنی از منۂ وسطیٰ کی کوئی حکومت جس میں اختیار و اقتدار کلی طور پر کسی "سلطان" کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور دائرہ مشاورت کی وسعت زیادہ سے زیادہ "اربابِ حل و عقد" تک محدود ہوتی تھی۔

اس موضوع پر میں نے اپنے خیالات نہایت اختصار کے ساتھ اب سے لگ بھگ دو اڑھائی سال قبل لاہور کے امریکن قونصلیٹ کے پولیٹیکل آفیسر مسٹر جیمس ایف کول کے سامنے جن الفاظ میں بیان کئے تھے' جو خاص اس موضوع پر گفتگو کے لئے تشریف لائے تھے' وہ آپ کے سامنے رکھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

مسٹر کول نے جب مجھ سے سوال کیا کہ آپ پاکستان میں خلافت کا جو نظام قائم کرنا چاہتے ہیں اس کا دستوری اور آئینی ڈھانچہ کیا ہوگا —— تو میں نے عرض کیا کہ آپ اپنا امریکی دستور لے لیں اور اس میں صرف تین چیزیں شامل کر لیں تو اس طرح عہد حاضر کے بہترین نظام خلافت کا دستور اساسی وجود میں آجائے گا۔ اس پر ابتداء میں تو انہوں نے شک آمیز حیرت کا اظہار کیا' لیکن میری وضاحت کے بعد وہ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اعتراف کیا کہ آپ کی بات بالکل واضح ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں نے امریکی دستور کی بات صرف اس لئے نہیں کی تھی کہ میں ایک امریکی سے گفتگو کر رہا تھا بلکہ اصلاً اس لئے کی تھی کہ میرے نزدیک جدید جمہوری ریاست کے دستوری و آئینی ارتقاء —— اور اس کے لئے بنیادی اداروں کی تعیین و تشکیل کا جو عمل مغرب میں انقلابِ فرانس سے شروع ہوا تھا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ریاستی ڈھانچہ اس کے بلند ترین مقام (CLIMAX) کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں جہاں ایک جانب ریاست کے تینوں اساسی اداروں میں سے ہر ایک کو "بے ہمہ" بھی قرار دیا گیا ہے' یعنی دوسرے دونوں سے آزاد اور مستقل بالذات' اور اس جہت سے "باہمہ" بھی کہ وہ بقیہ دونوں کے ساتھ مربوط ہے —— مزید برآں ان تینوں کے مابین حد درجہ توازن بھی پیدا کر دیا گیا ہے —— اور دوسری جانب اختیارات کو کسی ایک جگہ مرکوز کرنے کی بجائے رُوحِ عصر کے عین مطابق کاؤنٹی کی سطح تک پہنچا دیا گیا ہے ——!

امریکی دستور میں مَیں نے جن تین چیزوں کے شامل کئے جانے کا ذکر کیا ان میں سے پہلی تو وہ تھی جو ہمارے یہاں' بحمد اللہ' ۱۹۴۹ء سے طے ہے —— یعنی یہ کہ ؎ "سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے۔ حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری!" کے مصداق اس امر کا صریح اعلان کہ یہاں حاکمیت مطلقہ عوام کی نہیں خدا کی ہے —— یہ چیز چونکہ ہمارے مابین متفق علیہ ہے لہٰذا اس پر مزید گفتگو کی کوئی ضرورت نہیں ہے!

دوسری بات جو میں نے عرض کی تھی وہ یہ کہ یہ طے کر دیا جائے کہ یہاں کسی بھی سطح پر کوئی بھی قانون سازی خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سُنّت کے خلاف نہیں کی جا سکے گی۔ یہ معاملہ بھی ہمارے دستور میں دفعہ ۲۲۷ کے تحت موجود تو بہت عرصہ سے ہے لیکن یہ دفعہ بالکل غیر مؤثر اور کسی قوتِ نافذہ (SANCTION) کے بغیر تھی' تا آنکہ ۱۹۸۰ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اسے فیڈرل شریعت کورٹ کے ذریعے متحرک اور مؤثر کیا تھا۔ لیکن کلی طور پر نہیں بلکہ جزوی طور پر بہت سے استثناءات کے ساتھ —— لیکن اگر یہ دفعہ واقعی مؤثر بن جائے تو بھی اس کے ضمن میں دو مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں ہماری قوم اور معاشرے میں بہت مختلف آراء موجود ہیں یعنی ایک یہ کہ قرآن اور سُنّت کی قانونی حیثیت کیا ہے' اور دوسرے یہ کہ یہ فیصلہ کرنے کا اختیار کس کو ہو گا کہ کسی معاملے میں قرآن اور سُنّت سے تجاوز ہو گیا ہے یا نہیں۔

ان میں سے مقدم الذکر مسئلے کے بارے میں تو میں اس وقت کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ اس لئے بھی کہ یہ ایک بہت مفصل بحث کا متقاضی ہے' —— اور اس لئے بھی کہ اُمت کی عظیم ترین اکثریت اس پر قطعی طور پر متفق ہے کہ قرآن حکیم تو کُل کا کُل یعنی نہ صرف عمومی اُصول بلکہ جملہ مُعیّن احکامات سمیت واجب التنفیذ ہے ہی' سُنّتِ رسولؐ بھی قانون اسلامی کا قرآن پر مستزاد' اور مستقل بالذات ماخذ ہے —— چنانچہ بحمد اللہ پاکستان کے دستور میں بھی یہ حقیقت دفعہ ۲-الف اور دفعہ ۲۲۷ میں واضح طور پر ثبت ہے۔ (اس مسئلے کے ضمن میں چونکہ آپ نے بھی اپنی بعض آراء کا خواہ برسبیل تذکرہ ہی سہی' ذکر کیا ہے لہٰذا اگر آپ کے نزدیک میرے یہ خیالات قابل توجہ اور لائق اشاعت ہوئے تو' ان شاء اللہ' جلد ہی اس موضوع پر بھی تفصیلی گزارشات پیش کروں گا۔)

البتہ مؤخر الذکر معاملے میں یہ گزارش ضروری ہے کہ یہ خالص فنی معاملہ کہ کسی مسئلے میں قرآن اور سُنّت کی حدود سے تجاوز ہو گیا ہے یا نہیں موجودہ دنیا کے معروف اور مسلمہ طریقے کے مطابق اعلیٰ عدلیہ کے حوالے ہونا چاہئے۔ جہاں علماء کرام بھی پیش ہو کر اپنی آراء اور ان کے ضمن میں دلائل پیش کر سکیں گے۔ اور عوام میں سے بھی جو بھی اپنے آپ کو رائے دینے کا اہل گردانے اسے حق

حاصل ہو گا کہ اپنی بات کہہ سکے —— اس ضمن میں اس سے تو ہرگز اختلاف نہیں کیا جاسکتا کہ اگر یہ اختیار علماء کے کسی بورڈ کے حوالے کردیا جائے تو اس سے ایک نوع کی تھیاکریسی وجود میں آئے گی۔ (جیسی کہ اس وقت ایران میں ہے!) —— لیکن واقعہ یہ ہے کہ اتنی ہی غلط بات یہ ہوگی کہ یہ فیصلہ کلی طور پر پارلیمنٹ پر چھوڑ دیا جائے —— خواہ اس کے ارکان کی اکثریت قرآن اور سنّت کے علم سے نابلد محض ہو۔ نظری اعتبار سے یہ اختیار پارلیمنٹ کے حوالے صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ کی رکنیت کے لئے عالم دین ہونے کی شرط عائد کردی جائے —— جس سے ریاست کا جمہوری قاعدہ (BASE) سکڑ کر بہت محدود ہو جائے گا۔ صحیح تر راہ یہی ہے کہ پارلیمنٹ کی نمائندہ حیثیت وسیع سے وسیع تر ہو' اور قانون سازی کا اختیار بھی اصلاً اسی کے ہاتھ میں ہو' البتہ چونکہ یہ دستور میں درج ہو گا کہ یہاں کوئی قانون سازی کتاب و سنّت کے منافی نہیں کی جاسکتی اور دستور کی محافظ و امین (CUSTODIAN) اعلیٰ عدلیہ (HIGHER JUDICIARY) ہی ہوتی ہے لہٰذا ہر شہری کو یہ حق دیتے ہوئے کہ اگر اس کی رائے میں کسی موجود الوقت قانون' یا نئے پاس ہونے والے یا زیر تجویز قانون میں کوئی بات کتاب و سنّت کے منافی ہے تو وہ عدالت کے در پر دستک دے سکے' آخری فیصلہ عدالت پر چھوڑ دیا جائے۔

اس ضمن میں میرے نزدیک پاکستان میں اولاً علماء بورڈ —— پھر اسلامی نظریاتی کونسل اور آخر میں فیڈرل شریعت کورٹ کا قیام صحیح رخ پر ارتقاء کی منزلیں ہیں —— جس کی آخری منزل یہ ہو گی کہ جب ہمارے سارے لاء کالج "کلیۃ الشریعہ" بن جائیں گے اور سارے ہی جج ماہرین کتاب و سنّت ہوں گے تو اس کام کے لئے کسی علیحدہ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کی کوئی ضرورت نہیں ہو گی۔ یہ کام ریگولر عدالت ہائے عالیہ اور عدالت عظمیٰ ہی کے ذریعے ہو گا!

امریکہ کے ریاستی ڈھانچے کو نظام خلافت میں تبدیل (CONVERT) کرنے کے لئے جو تیسری چیز میں نے مسٹر کول کے سامنے رکھی تھی' اس کا موجود الوقت ظروف و احوال اور ذہنی و نفسیاتی میں ہضم ہونا تو در کنار نگلنا بھی بہت مشکل ہے' تاہم اس کے باوجود کہ پاکستان کے معروضی حالات میں اس کی کوئی عملی اہمیت نہیں ہے اور اس کے ضمن میں کامل سکوت اختیار کیا جا سکتا ہے' دیانت کا تقاضا ہے کہ اسے بیان کردیا جائے —— یعنی یہ کہ اسلامی ریاست میں کامل شہریت صرف مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے' غیر مسلموں کی حیثیت محفوظ و مصئون اقلیت (PROTECTED MINORITY) کی ہوتی ہے! —— چنانچہ جہاں تک جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت' عقیدے اور عبادت کی آزادی اور مقدس مقامات کی حفاظت' پرسنل لاء یعنی اکل و شرب کے معمولات' شادی بیاہ کے قوانین اور رسومات' اور وراثت کے قواعد و ضوابط' وغیرہ کا تعلق ہے ان کے ضمن میں تو غیر مسلموں کو بھی مسلمانوں کے بالکل برابر حقوق حاصل ہوں گے —— اسی طرح تجارت اور صنعت و حرفت کے علاوہ مختلف پیشوں' اور سول اور فوجی ملازمتوں کے دروازے بھی ان پر مسلمانوں ہی کی طرح کھلے ہوں گے —— لیکن دو امور میں انہیں شریک نہیں کیا جاسکتا' یعنی ایک عام انتظامی قواعد و ضوابط سے قطع نظر بلند ترین سطح کی قانون سازی میں جس میں تحلیل و تحریم یعنی کسی شے کی حلت و حرمت اور حدود کا معاملہ INVOLVED ہو' اس لئے کہ ان کا منبع قرآن و سنت ہیں جنہیں غیر مسلم تسلیم ہی نہیں کرتے' اور دوسرے ریاست کی اعلیٰ ترین سطح کی پالیسی سازی میں' اس لئے کہ اسلامی ریاست کی اولین اور بلند ترین ترجیح (PRIORITY) یہ ہو گی کہ اللہ کے دین کا پوری دنیا میں بول بالا ہو اور پورا عالم انسانیت رحمۃ للعٰلمین ﷺ کے سایۂ رحمت میں آجائے۔ جبکہ کسی غیر مسلم سے اس کی خواہش یا آرزو کی توقع نہیں کی جاسکتی!

اس رائے پر آپ نے اپنی تحریر میں خود بھی "بوالعجبی" کی پھبتی چست کی ہے' اور پھر بھارتی مسلمانوں کے مسئلے اور اس کے ضمن میں منیر کمیشن رپورٹ کے حوالوں کو "برہان قاطع" کے طور پر پیش کیا ہے' تاہم ان مسائل پر گفتگو کا اس وقت موقع نہیں ہے۔ چند سال قبل امریکہ کے سفر کے دوران کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر اقبال احمد صاحب کے ساتھ ہمسفری اور گفتگو کا موقع ملا۔ تو جب انہوں نے بالکل اسی انداز سے بھارتی مسلمانوں کا مسئلہ اٹھایا تو اس پر جو کچھ میں نے عرض کیا تھا اس پر ان کا تبصرہ یہ تھا کہ: "آپ کی باتیں قابل غور ہیں' اور آپ سے مزید گفتگو ہونی چاہئے!" —— بہرحال اس وقت تو میں ایک بیرونی سفر کے لئے پابہ رکاب ہوں' ان شاء اللہ واپسی پر اس موضوع پر تفصیلاً لکھوں گا!

سردست کہنا صرف یہ ہے کہ عہد حاضر میں اسلامی ریاست کا بہترین دستوری اور آئینی ڈھانچہ' جس میں اسلام کے ساتھ جمہوریت کی اعلیٰ ترین اقدار کو سمودیا جائے اس طرح وجود میں آسکتا ہے کہ انسان نے گزشتہ دو اڑھائی سو سالوں کے دوران جمہوری ریاست کے دستوری اور آئینی ارتقاء کے جو ثمرات حاصل کئے ہیں' اور جن اداروں کی تشکیل کی ہے' ان میں سے بہترین کو اختیار کرکے صرف متذکرہ بالا تین چیزیں شامل کردی جائیں!

البتہ یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ میں مغرب کی جس یافت کو قابل قدر اور وقیع قرار دے رہا ہوں' وہ اس کا پورا سماجی' اقتصادی اور سیاسی نظام نہیں ہے' بلکہ صرف جمہوری ریاستی ڈھانچہ یا اگر ایک نئی اصطلاح وضع کرنے کی اجازت ہو تو "STATE-CRAFT" ہے —— ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے بارے میں جو پیشینگوئی علامہ اقبال نے ستر اسی سال قبل کی تھی وہ کبھی کی پوری ہو چکی' اور وہاں کا خاندانی نظام اور جملہ سماجی اقدار عرصہ ہوا کہ "اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی" کر چکیں۔ اسی طرح مغرب کا اقتصادی نظام بھی بدترین استحصالی نظام کا مظہر ہے —— اور واقعہ یہ ہے کہ فوکویامانے سوویٹ یونین کا شیرازہ بکھرنے پر مغربی نظام کے بارے میں جو بڑکیں ماری ہیں' ان کے بالکل برعکس حقیقتاً یہ نظام بالکل کھوکھلا ہو چکا ہے' اور اب اگر قائم ہے تو صرف ہائی ٹیکنالوجی کی بنیاد پر جو ایک جانب اسے ناقابل تسخیر فوجی طاقت بنائے ہوئے ہے' اور دوسری جانب پوری تیسری دنیا کے عوام کا خون کھینچ کر وہاں پہنچا دیتی ہے!

بہرحال پاکستان اگر حقیقی معنی میں اسلامی' جمہوری' فلاحی سلطنت بنتا ہے تو علامہ اقبال اور قائداعظم کے خوابوں کی تعبیر بن کر پورے عالم انسانیت کے لئے ایک منارۂ نور کا کام دے گا —— ورنہ اپنی معنویت تو تقریباً کھو ہی چکا ہے' حقیقی اندیشہ موجود ہے کہ اپنا وجود بھی کھو بیٹھے! (معاذاللہ!)

آزاد کشمیر میں مبتدی تربیت گاہ کا انعقاد

رفقاء و احباب نوٹ فرمائیں کہ تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ تربیت کے زیر اہتمام 13 تا 19 جون 99ء تربیت گاہ برائے مبتدی رفقاء آزاد کشمیر میں منعقد ہو گی۔ ان شاء اللہ

تنظیم اسلامی میں باہمی الفت و محبت کی بنیاد "رضائے الٰہی" ہے

تحریر : محمد سمیع

ایک عمومی شکایت یہ سننے میں آتی ہے کہ تنظیم کے رفقاء کے مابین ﴿ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾ کی کیفیت نظر نہیں آتی جیسا کہ قرآن کریم کی سورۂ فتح میں وارد ہے کہ "محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) آپؐ کے ہمراہ ہیں کفار پر انتہائی سخت اور آپس میں رحیم ہیں"۔ ایسی بات بھی نہیں ہے کہ رفقاء کے مابین یہ جذبہ بالکل ہی مفقود ہو۔ البتہ اس حوالے سے مطلوبہ کیفیت نظر نہیں آتی۔ آنحضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہم میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ع چہ نسبت خاک را باعالم پاک۔ غالباً حسن بصریؒ سے کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یوں سمجھئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کرتے تھے۔ ہم اس کے سموں سے اُڑنے والی گرد' جو گھوڑے کے نتھنوں میں جاکر بیٹھ جاتی تھی' کے برابر بھی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جن کی شان میں خود ان کا خالق اپنے کلام میں رطب اللسان ہو ان کی رفعتوں کا کیا ٹھکانا؟ اس حوالے سے رفقاء میں جو کمی محسوس کی جاتی ہے اس پر زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' البتہ ہمارے لئے غور کا مقام یہ ہے کہ ایک ایسی قوم جس کی انتقام پسندی کا یہ عالم تھا کہ پشت ہا پشت تک قتل و غارت گری کا سلسلہ چلتا تھا' بقول مولانا حالی ؎

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

ان میں ایسا انقلاب کیونکر برپا ہو گیا کہ وہ آپس میں شیر و شکر ہو گئے؟ اس کا جواب ہمیں سورۃ الانفال کی آیت ۶۳ میں ملتا ہے۔ "اور اس (اللہ نے) ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اگر آپؐ ساری دنیا کا مال خرچ کر دیتے پھر بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے' لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی' بے شک وہ زبردست بھی ہے اور حکیم بھی"۔ گویا بنیادی بات تو یہ تھی کہ یہ اللہ کی جانب سے ان کے لئے ایک بڑا انعام تھا۔ لیکن انعامات ایسے ہی تو نہیں ملا کرتے' ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی ادا پسند آ گئی تھی۔ یہ ادا کیا تھی؟ آیئے ہم قرآن کریم ہی میں اسے تلاش کرتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں فرمایا گیا ہے کہ "اللہ کی رسی (قرآن) سے چمٹ جاؤ اور تفرقہ میں نہ پڑو اور یاد کرو اللہ کے اس احسان کو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اپنے فضل و کرم سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا"۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جب تک کفار و مشرکین کو قرآن کی دعوت نہیں پہنچی تھی وہ تفرقہ میں مبتلا تھے جس کی بنا پر ان میں دشمنیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ لیکن قرآن کی دعوت کو انہوں نے کچھ اس طرح سمجھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ صرف سورۃ البقرہ کے مطالعہ میں انہوں نے آٹھ سال لگا دیئے۔ حالانکہ وہ اہل زبان تھے' عربی زبان میں ان کی فصاحت و بلاغت بے مثل تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ وہ قرآن کی تلاوت اس طرح کرتے تھے کہ اس سے تلاوت کا حق ادا ہو جائے۔ لہٰذا وہ جب تک ایک ایک آیت پر عمل نہ کر لیتے دوسری آیت کا آغاز نہیں کرتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی دعوت بندگی رب ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ لہٰذا انہوں نے ایک امت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ امت کہتے ہی ہم مقصد لوگوں کے مجموعے کو ہیں۔ جماعت کے ارکان میں مقصد سے وابستگی جتنی گہری ہو گی' ان کے آپس کے تعلقات اتنے ہی گہرے ہوں گے۔ آج امت مسلمہ بحیثیت مجموعی قرآن پر عمل ترک کر کے فرقوں میں بٹ چکی ہے۔ دنیا میں امت کا کوئی وجود نہیں۔ ہاں قومیں اور فرقے بہت سے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کی جانے والی اس مملکت خداداد کی عبادت گاہیں خون رنگ ہو رہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ ہمیں قرآن کی دعوت پہنچی۔ ہم نے اس دعوت کو نہ صرف قبول کیا بلکہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس دعوت کو عام کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ لیکن شاید قرآن کی دعوت ابھی ہمارے رگ و پے میں پوری طرح سرایت نہیں کر سکی جبھی تو ہم میں وہ مثالی الفت موجود نہیں جو اللہ کے رسولؐ اور اصحابِ رسولؐ کے درمیان موجود تھی۔ تاہم ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بحمد اللہ رفقاء تنظیم اسلامی میں موجود الفت و محبت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے' یہ بڑی مضبوط اور مبارک بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم پر اس کے دین کے غلبہ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ البتہ اللہ کے دین کے حقیقی سپاہی بننے کے لئے ہمیں اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنے کے لئے شدید محنت کرنی ہو گی جن کا تذکرہ سورۂ فتح ہی میں کچھ اس طرح وارد

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

امیر تنظیم اسلامی کی ابرڈین (سکاٹ لینڈ) میں دعوتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد' ڈاکٹر عبدالسمیع کے ہمراہ جمعرات ۶/ مئی کو ابرڈین تشریف لائے۔ رات وہاں قیام کیا اور اگلے روز ابرڈین کی سب سے بڑی مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے نماز جمعہ کی اہمیت کے موضوع پر خطاب کیا جو پون گھنٹہ جاری رہا۔ حاضرین کی تعداد پانچ سو کے لگ بھگ تھی۔ اپنے خطاب کے دوران امیر محترم نے اس بات کی جانب خصوصی توجہ دلائی کہ آج دنیا میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان ہیں مگر دنیا کی کسی ایک انچ زمین پر بھی اللہ کا دین غالب نہیں اس لئے کہ ہماری ساری توجہ صرف رسوم عبودیت تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ شام کو امیر محترم نے ایک گھنٹہ "امت مسلمہ کی زبوں حالی اور اس سے نجات کی راہ" کے موضوع پر تقریر کی۔ انہوں نے سابقہ امت مسلمہ' بنی اسرائیل کی تاریخ کے حوالے سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو مسلمان امت ہونے کا درجہ عطا کرتا ہے تو اس قوم کو اسلام سے انحراف کی سزا بھی اسی نسبت سے سخت دیتا ہے۔ چنانچہ ہم پر آج جو گزر رہی ہے وہ بلاوجہ نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے کرتوتوں کی سزا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد پون گھنٹہ سوال و جواب کی نشست رہی۔

ہفتہ ۸/ مئی کو امیر محترم نے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مقامی حضرات سے ملاقاتیں کیں جو بعد میں سوال و جواب کی نشست میں تبدیل ہو گئیں۔ یہ نشست دو گھنٹے جاری رہی۔ تنظیم اسلامی کی دعوت اور تعارف کے حوالے سے اس پروگرام کا ان شاء اللہ بہت اچھا اثر پڑے گا۔

دو بجے بعد دوپہر امیر محترم نے سکاٹ لینڈ کے مختلف حصوں سے آنے والے لگ بھگ ایک سو افراد کو سیرت نبویؐ سے ماخوذ چھ انقلابی مراحل کے بارے میں بتایا' جسے حاضرین نے بہت پسند کیا۔ اکثر حضرات کا کہنا تھا کہ یہ باتیں پہلی دفعہ ان کے سامنے آئی ہیں۔ اس موقع پر راقم کے چھوٹے بھائی' کاشف نے تنظیم میں باقاعدہ شمولیت بھی اختیار کر لی۔ امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی ابرڈین آمد کے نتیجے میں امید ہے کہ بہت جلد ان شاء اللہ سکاٹ لینڈ میں تنظیم اسلامی کا دفتر کام کرنے لگے گا۔

(رپورٹ : طارق اسلم)

"یوم تکبیر" کا ایک تقاضا یہ بھی تو ہے!

—— تحریر: نعیم اختر عدنان ——

دنیائے انسانیت شرک کے اندھیروں اور جہالت کی رسموں میں مبتلا تھی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور رحمت للعالمین ﷺ کو دنیا کی ہدایت و رہنمائی اور خبرگیری و نگہبانی کے لئے ختم نبوت اور تکمیل رسالت کا تاج پہنا کر مکہ کی سرزمین میں مبعوث فرمادیا۔ غار حرا کی تنہائیوں میں جا کر انسانیت کے مستقبل کے بارے میں فکر مند محسن اعظم ﷺ پر آسمانی ہدایت کے سلسلہ کا آغاز ہو گیا۔ چنانچہ سورۃ القلم کی ابتدائی پانچ آیات "آپ پڑھئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھئے کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے واسطہ سے۔ اسی نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔" کے بعد سورۂ مدثر کی آیات کا نزول ہوا جس میں رب کائنات نے آپ ﷺ کو توحید کی اعلانیہ دعوت کا حکم دیا۔ اس سورۂ مبارکہ میں آپ ﷺ سے فرمایا گیا "اے کمبل اوڑھ کر لیٹنے والے (محبوب) اٹھو اور لوگوں کو خبردار کر دو اور اپنے رب کی تکبیر یعنی کبریائی کا اعلان کر دو!"

نبوت و رسالت کے فرائض میں سے سب سے کٹھن فریضہ لوگوں کو انجام بد سے ڈرانا اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت واحدہ یعنی تکبیر کا نعرۂ مستانہ بلند کرنا تھا۔ اللہ کی توحید اور کبریائی کی خالص اور بے آمیز دعوت کا حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت اور جملہ اطاعتیں اس ذات برحق کے لئے مختص ہو جائیں۔ انسانی زندگی کا ہر گوشہ اسی ذات کے احکامات کا پابند و مطیع بن جائے۔ اس کٹھن کام کو جاں گسل جدوجہد کے ذریعے آنحضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا کہ خالص انسانی جدوجہد کے ذریعے اللہ کے دین کو سربلند کر کے اللہ کی کبریائی کا ڈنکا بجا دیا گیا۔

انسانیت کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کی حاکمیت سے روشناس کرا کے اسے تسلیم کرانا آنحضور ﷺ کا وہ امتیازی کارنامۂ حیات ہے جس میں آپ ﷺ نبوت و رسالت کے مقدس قافلہ میں سب سے نمایاں اور منفرد نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا اور کرانا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے حکیم الامت فرماتے ہیں ؂

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

برصغیر کی ملت اسلامیہ نے نصف صدی قبل انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کی حاکمیت کے نظام کو اپنانے کے وعدے پر اللہ تعالیٰ سے ایک آزاد و خود مختار خطہ زمین کی خواہش کی، جسے رب کائنات نے بلاتاخیر شرف قبول بخش کر مملکت خداداد پاکستان کو اقصائے عالم پر خلعت وجود عطا فرما دیا۔ اس آزاد و خود مختار مملکت کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کر کے اللہ کی حاکمیت کو ریاست و مملکت کی سطح پر تسلیم کر لیا مگر ہم نے اپنے طرز عمل سے اب تک "سمعنا واطعنا" کے مومنانہ طرز عمل پر عمل پیرا ہونے کی بجائے "سمعنا وعصینا" کی "سنت یہود" کو اپنا قومی شعار بنا رکھا ہے۔

گزشتہ سال مئی میں بھارت نے دو ایٹمی دھماکے کر کے پاکستان کی سلامتی کو چیلنج کر دیا تو ہم نے بھی جواب میں ایٹمی دھماکوں کا چھکا لگا کر ہندو بنئے کو "رام رام" کرنے پر مجبور کر دیا۔ یوں پاکستان کو اسلامی دنیا کی پہلی ایٹمی طاقت کا اعزاز حاصل ہو گیا' اس تاریخی کامیابی کی سالگرہ کے موقع پر "یوم تکبیر" کے نام سے قومی و ملی سطح پر اہل پاکستان اپنے دلی جذبات کا اظہار کریں گے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وزیر اعظم اس مبارک اور یادگار موقع پر سودی نظام معیشت کے خاتمے کا اعلان کر کے اللہ اور رسول ﷺ سے جاری جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیں تو ۲۸/ مئی کا دن حقیقی معنوں میں "یوم تکبیر" بن جائے گا!

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ پنجاب میں تقریباً دو ہزار فلاحی تنظیمیں توڑ دی گئیں۔ (ایک خبر)

○ گویا اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث مغرب زدہ بیگمات کی بڑی تعداد بے روزگار ہو جائے گی۔

☆ سپریم کورٹ حکمرانوں کو برطرف کر کے اہل قیادت کو موقع دے۔ (طاہر القادری)

○ "ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں"

☆ اقوام متحدہ کے تعاون سے لاہور میں خواتین کے لئے الگ ٹرانسپورٹ چلے گی۔ (ایک خبر)

○ پنجاب حکومت کا ایک خوش آئند اقدام!

☆ حکمران حکومت بھی فوج کے حوالے کر کے خود گھر چلے جائیں۔ (نوابزادہ نصر اللہ خان)

○ جمہوری پارٹی کے سربراہ اور بابائے جمہوریت کا غیر جمہوری مگر "صائب" مشورہ!

☆ وہ دن دور نہیں جب پاکستان مثالی ملک بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرے گا۔ (سید افضال گیلانی)

○ یہ ایسا خواب ہے جس کی تکمیل میں خود حکمران طبقہ ہی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

☆ (۲۰) کلو آٹے کے تھیلے کی قیمت میں (۷) روپے کمی کا اعلان۔ (ایک خبر)

○ ایک تھیلے کی قیمت میں (۲۰) روپے اضافہ کر کے بعد ازاں (۷) روپے کمی کا فیصلہ! حکمرانوں کی عوام پر عنایت خسروانہ ہی کا مظہر ہے!

☆ پیپلز پارٹی کے زیر اہتمام بے نظیر اور آصف زرداری کے لئے آیت کریمہ کا ورد ہو گا (خبر)

○ یہ ورد کچھ اس طرح سے ہو تو مناسب رہے گا کہ "اے اللہ تو پاک ہے مگر بے نظیر اور زرداری ظالم ہیں"۔

☆ واپڈا کے بعد ریلوے کو اوورٹیک کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ (جنرل پرویز مشرف)

○ پاک فوج کا قابل تعریف کردار بجا مگر یہ جمہوری حکومت کی واضح ناکامی کا ثبوت بھی تو ہے!

☆ امریکی صدر نے چینی سفارت خانے پر حملہ کا جرم تسلیم کر کے چین سے معافی مانگ لی۔

○ "مونیکا لیونسکی" سیکنڈل کے بعد سے کلنٹن کو ہر ایک سے معافیاں مانگنا پڑ رہی ہیں۔

☆ پتہ نہیں نجم سیٹھی کو کس نے گرفتار کیا۔ (ایڈووکیٹ جنرل کا ہائی کورٹ میں بیان)

○ اسے کہتے ہیں "تجاہل عارفانہ"۔

فیروز والا میں تنظیم اسلامی
حلقہ لاہور کا دو روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے تحت ۸'۹ مئی ۹۹ء کو دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام علاقہ فیروز والا لاہور غربی میں ہوا۔ اس پروگرام کے امیر جناب محمد اشرف وصی تھے۔ فیروز والا پہنچنے پر امیر لاہور غربی نعیم اختر عدنان نے شرکاءِ دو روزہ کا استقبال کیا اور "مشروب مشرق" سے تواضع کی۔ بعد ازاں جامع مسجد العزیز رچنا ٹاؤن میں دو روزہ پروگرام کے جملہ پروگراموں کو ترتیب دیا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز جناب اقبال حسین نقیب اسرہ پیپلز کالونی فیروز والا نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ جناب اشرف وصی نے "دعوت دین کیا ہے اور تنظیم کی دعوت کیا ہے؟" کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ کھانے اور آرام کے وقفہ کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ بعد ازاں قریبی بازار میں دعوتی گشت کیا گیا۔ مغرب کے بعد منعقدہ عمومی دعوتی پروگرام میں درس قرآن میں شرکت کرنے کے لئے دکانوں پر جا کر دعوت دی گئی۔ مغرب کے بعد جناب قرۃ العین نے "نیکی کا اصل تصور" کے موضوع پر سورۃ البقرہ کی آیہ ۱۷۷ کی روشنی میں درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا تصورِ دین محدود ہو چکا ہے۔ ہم نے چند عبادات اور رسومات کو اصل نیکی سمجھ لیا ہے۔ جبکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ پورے دین پر عمل کیا جائے۔ درس قرآن مجید کے بعد امیر لاہور غربی نعیم اختر عدنان نے مختصر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن ہم سب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ تنظیم اسلامی کی دعوت بھی یہی ہے تاکہ پاکستان کے اندر اللہ کا دین غالب اور نافذ ہو جائے۔ یہ اُمت مسلمہ کی ذمہ داری ہے' اسی میں ہماری نجات ہے۔

۹ مئی بروز اتوار کو نماز فجر کے بعد جناب اقبال حسین نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بے مثال جدوجہد کر کے اسلام نافذ اور قائم کر دیا۔ اب ختم نبوت کا تقاضا بھی ہے اور ہماری ذمہ داری بھی کہ اس دین کو دوسروں تک پہنچائیں۔ پھر اس کو قائم اور غالب کر دیں۔

باقی پروگرام فرقان گرلز ہائی سکول فیروز والا میں منعقد ہوا۔ منہج انقلاب نبوی' اور "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" پر دو طویل دورانیوں پر مشتمل مذاکرہ ہوا۔ اس پروگرام کو جناب اشرف وصی نے کنڈکٹ کیا۔ جناب افتخار احمد کی طرف سے رفقاء کے لئے ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا جس کے منتظم اعلیٰ نعیم اختر عدنان تھے۔ نماز ظہر کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ نماز عصر سے پہلے جناب علاؤ الدین خان کی رہائش کے قریب شاہ خالد ٹاؤن میں مسنون دعائیں جناب علاؤ الدین خان نے پڑھ کر سنائیں اور رفقاء کو ترغیب دلائی کہ وہ بھی ان دعاؤں کو اپنے شب و روز کا معمول بنائیں۔ نماز عصر کے بعد علاؤ الدین صاحب کے ایک پڑوسی کے گھر جناب قرۃ العین نے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے فرمایا قرآن پر ایمان یقین قلبی والا ہونا چاہئے۔ جب یہ یقین ہو گا تو پھر ہم تلاوت قرآن کریں اور سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں' اس کے نتیجے میں عمل کا جذبہ ابھرے گا۔ میزبان کی پرزور فرمائش پر "توحید کی حقیقت کے تقاضے" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے امیر لاہور غربی نعیم اختر عدنان نے بڑے احسن طور پر یہ ذمہ داری نبھائی اور موصوف نے تجویز کردہ سورۃ الزمر کی روشنی میں توحید باری تعالیٰ اور توحید عملی کے تقاضے بیان کئے۔ اور کہا کہ ہم سب کو یکسو ہو کر اللہ کی بندگی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ غیور ہے' وہ شرک کو پسند نہیں کرتا' وہ ایسا خالق ہے جو تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے تو پھر اس کی خلاقی کا تقاضا ہے کہ بندگی بھی اسی کی ہونی چاہئے۔ تمام انبیاء و رسل کی دعوت بھی یہی تھی۔ بندگی صرف اور صرف اس کی کی جائے جو اصل خالق و مالک ہے۔

آخر میں دعائے خیر پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

ڈاکٹر صاحب' نعیم اختر عدنان' اقبال حسین' افتخار احمد' اشفاق احمد نے دو روزہ پروگرام کے شرکاء کی بھرپور طریقے سے مہمان نوازی کی اور تمام پروگراموں میں شریک بھی رہے۔ اس پروگرام میں امیر قافلہ محمد اشرف وصی کے علاوہ جناب قرۃ العین' جناب محمد ارشد ملک' جناب وقار الحسن اعوان' جناب طالب حنیف' جناب محمد صدیق' جناب علاؤ الدین' جناب محمد اسلم ساجد' مولانا اللہ دتہ' ڈاکٹر محمد عابد اور راقم نے شرکت کی۔ (رپورٹ : عبدالمتین مجاہد)

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کی تعارفی مہم
کے لئے چہار رکنی کمیٹی کا قیام

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن میں شامل تنظیموں کے امراء کے مشاورتی اجلاس میں حلقہ کی سطح پر تنظیم کے تعارف کے لئے کمیٹی کے قیام کا فیصلہ ہوا' اس فیصلہ کی روشنی میں امیر حلقہ مرزا ایوب بیگ نے لاہور وسطی سے جناب عمران چشتی' لاہور جنوبی سے جناب غازی محمد وقاص' لاہور چھاؤنی سے جناب محمد مبشر' لاہور شمالی سے جناب طارق جاوید اور لاہور غربی سے نعیم اختر عدنان کو حلقہ لاہور کی "تعارفی مہم کمیٹی" کا رکن مقرر کیا ہے۔ یہ کمیٹی امیر حلقہ جناب مرزا ایوب بیگ کی سربراہی میں کام کرے گی۔ دیگر حلقہ جات کے رفقاء کے نام امیر حلقہ لاہور نے اپنے خصوصی پیغام میں کہا ہے کہ وہ تنظیم کے تعارف کو بڑھانے کے لئے حلقہ لاہور کو تجاویز ارسال کریں تو ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ تجاویز اس پتہ پر ارسال کی جائیں۔ دفتر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ۶۷۔ مزنگ روڈ لاہور

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام
دروس قرآن کے حلقے

تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے دروس قرآن کی تفصیل :

(۱) برمکان خواجہ عاصم K-49 ماڈل ٹاؤن لاہور
(۲) برمکان عمر شکیل' D/1 67 ماڈل ٹاؤن لاہور
(۳) قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
(۴) برمکان کرنل ریاض الحق H-71 ماڈل ٹاؤن لاہور
(۵) برمکان بریگیڈیئر غلام مرتضیٰ' C-2 عسکری ہاؤسنگ کمپلیکس' گلبرگ 3
(۶) برمکان ڈاکٹر محمد بلال اعظم C-124 ٹیک سوسائٹی کینال بینک لاہور
(۷) برمکان بدر منیر A/2 128 پنجاب ایمپلائز سوسائٹی لاہور
(۸) مسجد بلال 168 اقبال ایونیو سٹیٹ سیمنٹ سوسائٹی جوہر ٹاؤن لاہور
(۹) مسجد صدیقیہ فاروقیہ' 1-B بلاک سیکٹر 6' ٹاؤن شپ لاہور
(۱۰) برمکان محمد یونس طور 2-D 5-بلاک 759' گرین ٹاؤن لاہور

تنظیم اسلامی کوئٹہ کا ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی کوئٹہ کا ایک روزہ پروگرام بروز ہفتہ' اتوار (۲۴'۲۵/اپریل) کو جامع مسجد جیل روڈ میں منعقد ہوا۔ مسجد کے امام جناب مولانا رحمت اللہ کافی عرصہ سے تنظیم کی فکر سے آگاہ ہیں اور تنظیمی لٹریچر کے باقاعدہ قاری ہیں۔ مولانا موصوف کی خواہش پر ایک روزہ پروگرام ان کی مسجد میں رکھا گیا۔

پروگرام کا آغاز بعد نماز عصر ہوا۔ جاوید انور صاحب نے مسجد کے آداب بیان کئے۔ ایک روزہ پروگرام سے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ اس کے بعد رفقاء نے محلے میں گشت کے دوران درس قرآن کی دعوت دی۔ چنانچہ بعد نماز مغرب سورۃ العصر کے حوالے سے "نجات کی کم سے کم شرائط" پر درس قرآن جناب قاری شاہد اسلام نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ نجات کی چاروں شرائط آپس میں لازم و

ملزوم اور ایک وحدت ہیں' جس میں تبدیلی ہمارے لئے باعث ہلاکت ہو سکتی ہے۔ نجات کے لئے لازم ہے کہ ہم ان تمام شرائط کو شعوری طور پر پورا کریں۔ کھانے سے قبل سلیمان قیوم نے کھانے کے آداب بتلائے۔

اگلے روز تمام رفقاء کو تہجد کے لئے جگایا گیا۔ ایک گھنٹہ کی انفرادی عبادات کے بعد نماز فجر سے قبل رفقاء کے ناظرہ قرآن کو صحیح پڑھنے کے لئے کم سے کم شرائط پر مشتمل کتابچہ "لحن جلی" کی مشق کروائی گئی۔ نماز فجر کے بعد راقم الحروف نے درس حدیث دیا جس کا موضوع "ایمان اور توکل علی اللہ" تھا۔

ناشتے اور آرام کے بعد پروگرام دوبارہ شروع ہوا۔ "نماز میں حضور قلب" کے موضوع پر خواجہ ندیم احمد نے اپنے بیان میں فرمایا کہ نماز کی اصل حضور قلب ہے۔ اسی کا حاصل خشوع و خضوع کہلاتا ہے۔ چنانچہ نماز کی تکمیل ظاہری شرائط کے ساتھ باطنی شرائط سمیت ہوتی ہے۔ اس کے بعد منہج انقلاب نبویؐ کے باب "تربیت محمدیؐ" پر مذاکرہ ہوا جس کے انچارج محبوب سبحانی تھے۔

رفقاء کی تربیت کے لئے دعاء استخارہ یاد کروانے کا پروگرام شاہد اسلام صاحب نے اپنی زیر نگرانی کروایا۔ رفقاء مختلف گروپوں میں تقسیم ہو گئے اور دعا یاد کی۔

نماز ظہر' کھانے اور آرام کے وقفہ کے بعد موضوع سخن فکر دنیا و آخرت تھا۔ راقم الحروف نے دنیا اور آخرت کا حاصل اس شعر کے مصداق نکالا کہ

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

(رپورٹ : عبدالسلام عمر)

تنظیم اسلامی کراچی کے رفقاء کا خصوصی ماہانہ تربیتی پروگرام ایک روزہ پروگرام

یہ پروگرام اتوار ۲ مئی کو قرآن اکیڈمی میں صبح دس بجے شروع ہوا۔ انجینئر نوید احمد نے سورۂ مومن کے رکوع نمبر ۲ پر درس دیتے ہوئے کہا کہ دنیا میں جو لوگ دین کی دعوت پر سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہیں' جب وہ جہنم کے شدائد سے دوچار ہوں گے تو ان کی کیفیت یہ ہو گی کہ وہ اپنے آپ سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہوں گے۔ ایسے موقع پر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ کیا انہیں ایک بار اس عذاب سے نجات دے کر دوبارہ دنیا میں بھیجا جا سکتا ہے تو انہیں نفی میں جواب ملے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں آیات الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے باوجود آخرت کی زندگی کے منکر ہیں۔ بعد ازاں اعجاز لطیف صاحب نے اسوۂ حسنہ کے پروگرام میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سفر آخرت کی کیفیات کا منظر جس رقت آمیز انداز و دلسوزی کے ساتھ پیش کیا اس سے حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔ جب انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح میں حضرت سیدنا علی کرم رضی اللہ عنہ کا طویل خطبہ پڑھ کر سنایا تو ان کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ محمد عبدالمقتدر نے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے تعلق قائم کرنے کے ضمن میں وارد احادیث کا مطالعہ کروایا۔ آخر میں محمد نسیم الدین صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے بتایا کہ حلقہ کی مجلس مشاورت میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ماہانہ شب بسری اور ماہانہ خصوصی تربیتی پروگرام کو یکجا کر دیا جائے گا۔ (رپورٹ : محمد سمیع)

تنظیم اسلامی وہاڑی کا شب بسری پروگرام

تنظیم اسلامی کا بنیادی' اہم اور اولین مقصد رفقاء کو انفرادی سطح پر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ناظم حلقہ جناب سعید اظہر عاصم نے وہاڑی میں شب بسری کا خصوصی پروگرام ترتیب دیا۔ اس پروگرام کا آغاز بلدیہ وہاڑی کی خوبصورت مسجد میں ۲۲/اپریل بروز جمعرات بعد نماز مغرب ترجمۃ القرآن کی بھرپور نشست سے ہوا۔ مدرس جناب سعید اظہر عاصم تھے۔ انہوں نے سورۂ مائدہ کے پہلے دو رکوعوں پر سیر حاصل گفتگو کی۔ نماز عشاء کے بعد جناب ڈاکٹر منظور حسین نے حدیث جبریل کا درس دیا۔ انہوں نے اسلام' ایمان اور احسان کے درجات کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ پھر راقم نے مختصر وقت میں قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد قرارداد تاسیس کا مطالعہ کیا گیا۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی کے بنیادی لٹریچر سے امیر تنظیم وہاڑی جناب راؤ محمد جمیل نے "رفقاء کی ذمہ داریاں اور اوصاف" کا مطالعہ کروایا۔ رفقاء کے سیاسی شعور کی وسعت کے لئے جناب سعید اظہر عاصم نے سیاستدانوں کے احتساب کے حوالہ سے قومی اخبار کا ایک خصوصی کالم پڑھ کر سنایا۔ کھانے اور مختصر وقفے کے بعد جناب محمد نواز' مختار صاحب اور جناب طاہر نسیم نے بالترتیب عبادت رب' شہادت علی الناس اور اقامت دین کے موضوع پر مختصر تقاریر کیں۔ رفقاء کو تین بجے صبح اٹھا کر تہجد کا اہتمام کیا گیا جس کے بعد ادعیہ ماثورہ یاد کروائی گئیں۔ نماز فجر کے بعد راقم نے سورۂ بنی اسرائیل کی سات آیات کا درس دیا۔ اس کے بعد رفقاء کو دس منٹ کی جسمانی ورزش کروا کر پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

شب بسری میں ⑫ رفقاء نے نہایت ذوق و شوق سے حصہ لیا۔ اس پروگرام کو بہت پسند کیا۔ چنانچہ ہر ماہ ایسے پروگرام کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اس پروگرام سے تنظیم کے رفقاء کے دینی جذبات کو نہایت مثبت تحریک ملی۔

(رپورٹ : محمد اقرار الحق)

اسرہ بی بیوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

اسرہ بی بیوڑ کے زیر اہتمام ۴ مئی کو ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام بی بیوڑ کی مختلف مساجد میں ہوا۔ پروگرام میں حسین احمد' عالم زیب' نیک محمد' گل داؤد' حیات ولی' روزی خان اور راقم کے علاوہ ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ مولانا غلام اللہ خان حقانی نے شرکت کی۔ پہلا پروگرام بعد نماز عصر مسجد الکوثر میں ہوا۔ مولانا غلام اللہ نے عظمت قرآن پر خطاب کیا۔ ساٹھ احباب شریک پروگرام ہوئے۔ دوسرا پروگرام جامع مسجد سہری میں ہوا۔ یہاں زیادہ تر جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ مولانا غلام اللہ نے بعد نماز مغرب منہج انقلاب نبویؐ پر خطاب کیا جس میں ۱۵۰ احباب شریک ہوئے۔

تیسرا پروگرام بعد نماز عشاء بی بیوڑ کی جامع مسجد میں ہوا۔ مولانا موصوف نے منہج انقلاب نبویؐ پر خطاب کیا۔ ساٹھ افراد شریک پروگرام ہوئے۔ آخر میں اسلامک یونیورسٹی سے فارغ التحصیل طالب علم اور کچھ دوسرے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے مولانا سے مختلف سوالات کئے۔ علاوہ ازیں راقم نے ۵/ اپریل کو لوئے بابا کی مسجد میں بعد نماز مغرب نظام خلافت کے موضوع پر خطاب کیا۔ اگلے روز لوئے بابا کی جامع مسجد میں حسین احمد نے نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت پر خطاب کیا۔ بعد نماز مغرب پولیس تھانہ کی مسجد میں حسین احمد نے دینی فرائض پر خطاب کیا۔

(رپورٹ : ممتاز بخت)

بقیہ : جاگو اور جگاؤ

ہوا ہے : "تم انہیں دیکھو گے رکوع اور سجود کی حالت میں اللہ کے فضل اور اسکی رضا کے طلبگار' ان کی پیشانیوں پر سجدوں کی علامات نمایاں ہیں"۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی رضا کے طالب کے لئے شرط اول نماز ہے۔ اپنی نمازوں کی کیفیت پر ہمہ وقت تنقیدی نظر رکھئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ بتدریج آپ کی کیفیت حدیث کے ان الفاظ میں اس بندۂ مومن کی ہو جائے گی جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اور کسی پر غضبناک ہوتا ہے تو محض اللہ کی خاطر' اگر کسی کو کچھ دیتا ہے تو اللہ کے لئے اور کسی کو کچھ دینے سے انکار کرتا ہے تو اللہ کی خاطر۔ چنانچہ جب کبھی دو رفقاء اکٹھے ہوں گے تو اللہ کی محبت میں اور جدا ہوں گے تو اللہ کی محبت کی خاطر! اللہ تعالیٰ ہمیں آپس میں مثالی الفت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

امریکہ میں مقیم دینی رجحان کے حامل 21 سالہ پڑھے لکھے نوجوان کے لئے باپردہ' کم از کم میٹرک لڑکی کا فوری رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سردار اعوان

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 5869501-3

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8، شمارہ 19
سالانہ زرِ تعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین برائے ادارت:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کا سہ ماہی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ، خواتین لاہور کے زیر اہتمام ۲۹/ اپریل بروز جمعرات رفیقات کا سہ ماہی اجتماع خواتین ہال قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا آغاز مسز شبیر صاحبہ نے سورۂ آل عمران کی آیات ۲۰۱ تا ۲۰۷ کی تلاوت اور ترجمہ سے کیا۔ نائب ناظمہ صاحبہ نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے ہوئے اس اجتماع کے ایجنڈے سے رفیقات کو آگاہ کیا۔

ایجنڈے کے مطابق سب سے پہلے ان رفیقات کا تعارف ہونا تھا جنہوں نے گزشتہ چھ ماہ کے دوران امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اسروں کی ترتیب سے نئی رفیقات کو باری باری بلایا گیا۔ ایک رفیقہ مسز سہیل نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ امیر تنظیم اسلامی سے میرا تعارف پہلی بار ٹی وی پروگرام الھدیٰ کے ذریعے ہوا بعد میں وہ پروگرام حکومتی انتظامیہ کی مہربانیوں سے بند ہو گیا جس کا مجھے بہت افسوس ہوا۔ بعد ازاں دینی علم کے حصول کے لئے تفسیر قرآن اور احادیث کا مطالعہ کیا' اسلامی تاریخ' تصوف' وحدت الوجود سمیت کئی علوم پڑھے کچھ اور پروفیسر اور ڈاکٹر حضرات کو سننے کا موقع بھی ملا جس سے دین کی پیاس بجھنے کے بجائے تشنگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ۱۹۹۴ء میں مجھے دوبارہ امیر محترم کے دورۂ ترجمہ قرآن کے کیسٹس سننے کا اتفاق ہوا' جن میں ان کا انداز بیان نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ میرے نزدیک وہ دین کے سکالر ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر اقتصادیات' عمرانیات' معاشیات' سائنسی علوم الختصر ہمہ گیر علمی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی تمام زندگی قرآن و حدیث کی خدمت اور نفاذ اسلام کی کوششوں میں گزری ہے۔ میں محترم ڈاکٹر صاحب کی اقامت دین کی انہی کوششوں سے متاثر ہو کر تنظیم اسلامی میں شامل ہوئی ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میں اللہ کی توفیق سے اس قافلے میں شریک ہوں جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کوشاں و معروف ہے۔

دوسری رفیقہ مسز داؤد کا کہنا تھا کہ میرے بھائی کافی عرصہ سے اس بات پر مصر تھے کہ میں بیعت کر کے تنظیم میں شامل ہو جاؤں لیکن میرا جواب یہی ہوتا تھا کہ ہم تو مسلمان ہیں' اللہ اور اس کے رسولؐ سے پہلے ہی بیعت شدہ ہیں پھر کسی اور کی بیعت کیوں کریں۔ لیکن رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کے بعد احساس ہوا کہ ہم وہ ذمہ داریاں ادا نہیں کر رہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم پر عائد کی ہیں۔ لہٰذا میں نے بیعت کر لی تاکہ اعلائے کلمتہ اللہ کے تقاضے پورے کئے جا سکیں۔ اب مجھے خوشی ہے کہ میں اللہ کی فوج کے سپاہیوں میں شامل ہوں۔ میرا خیال ہے کہ دوسروں کو دعوت دینے کے لئے بھی ہمارا یہ انداز ہونا چاہئے کہ وہ اقامت دین کے لئے جدوجہد کرنے والی اس فوج میں ﴿مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ﴾ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے شامل ہو جائیں۔

ایک اور رفیقہ نے اپنے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے اپنے مسائل اور پریشانیاں دور کرنے کیلئے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کی تو اللہ نے رہنمائی کی۔ چنانچہ میں نے اصلاح کی غرض سے اللہ کے حضور توبہ اور ہر معاملے میں اللہ پر توکل کی روش اختیار کی تو میرے تمام مسائل حل ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کیلئے قرآن کا فہم حاصل کرنا چاہا۔ میں محترمہ زریں عبدہ کی مشکور ہوں جنہوں نے مجھے قرآن اور اس کا ترجمہ سکھایا۔ انہی کے پاس منتخب نصاب کے ذریعہ امیر محترم کا تعارف حاصل ہوا' جس کو پڑھ اور سمجھ کر قرآن کا صحیح فہم حاصل ہوا اور میری وہ ذہنی اضطرابی کیفیت ختم ہو گئی جس میں میں ایک عرصہ سے مبتلا تھی۔ اب مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اصل زندگی آخرت کی ہے جبکہ یہ دنیا محض نظر کا دھوکہ ہے۔ ان رفیقات کے علاوہ ⑪ اور نئی رفیقات نے اپنا تعارف پیش کیا۔ اس تعارف کے بعد وقت کی کمی کے باعث ایجنڈے کے مطابق کچھ پروگرام نہ ہو سکے۔

بعد ازاں اسرہ نمبر ۵ کی رفیقہ سعدیہ یاسمین نے حدیث مبارکہ بیان کی جس میں آنحضور ﷺ نے ان لوگوں پر غضب کا اظہار کیا ہے جن کو اللہ نے دین کا علم دیا ہے لیکن وہ اس کو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سکھاتے۔ اسی طرح اس حدیث میں ان لوگوں پر بھی اظہار ناراضگی کیا گیا ہے' جو اپنے اُن پڑوسیوں سے دین نہیں سیکھتے جو دین کا فہم رکھتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں انہوں نے وضاحت کی کہ ہمیں اپنے آپ کا جائزہ لینا ہے کہ کہیں ہم بھی تو ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں' اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو ہمیں اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لینی چاہئے تاکہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کے غضب سے بچ سکیں۔ اس کے بعد نائب ناظمہ صاحبہ نے رفیقات کو اصل ہدف اور ٹارگٹ یاد کرواتے ہوئے کہا کہ ہمیں سب سے پہلے اپنے ایمان میں مضبوطی اور پائیداری پیدا کر کے اس کو دل کی گہرائیوں تک پہنچانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایمان کے حصول اور اس میں گہرائی پیدا کرنے کا اصل ذریعہ قرآن مجید ہے۔

چنانچہ قرآن کا فہم حاصل کرنا' اس پر عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔ اور یہ سب اللہ کی رضا کے حصول کی غرض سے ہو تو فائدہ مند ہے۔ بصورت دیگر یہ سب اعمال بیکار ہیں۔ اسرہ نمبر ۳ کی رفیقہ مسز مجید امجد صاحبہ نے نقیبات و رفیقات کے باہمی تعلق اور سالانہ اجتماع کے حوالے سے کچھ کمیوں اور کوتاہیوں کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایسے اجتماعات کے موقع پر انتظامیہ کے ساتھ دوسری رفیقات کو بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے۔ ہمیں ایک نظم کا خوگر ہونا چاہئے کیونکہ کسی بھی جماعت کا ایک رکن اس جماعت کی اکائی ہوتی ہے اور سب مل کر ایک طاقت بنتے ہیں چنانچہ ہمیں خود اپنی جماعت کی طاقت بننا ہے۔ اگر ہم رفیقات ہی اجتماع کے موقع پر آپس میں گفتگو کریں تو دوسری خواتین پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑتا۔ انہوں نے آیت مبارکہ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ﴾ کی روشنی میں نقیبات و رفیقات کا باہمی تعلق واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا آپس میں باہمی تعلق' خلوص و محبت اور ہمدردی کا ہونا چاہئے۔ نقیبات کیلئے ضروری ہے کہ وہ رفیقات کے حالات سے مکمل آگاہی رکھیں جبکہ رفیقات پر نقیبات کا احترام لازم ہے۔ اس طرح دونوں طرف محبت و خلوص کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اگر کسی رفیقہ کو کسی غلطی پر ٹوکا جائے تو اسے برا نہیں منانا چاہئے بلکہ اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاہم اس کیلئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ غلطی کی نشاندہی علیحدگی میں کی جائے۔

آخر میں محترمہ ناظمہ صاحبہ نے تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اپنے اندر اللہ کا تقویٰ اور خوف پیدا کرنا چاہئے۔ آنحضورؐ کے قول کے مطابق تقویٰ دل کے اندر ہوتا ہے۔ اگر دل میں اللہ کا ڈر اور اخروی محاسبہ کا احساس ہمارے سامنے رہے گا تو ہر کام خلوص سے ہو گا۔ چنانچہ ہمیں ہر لمحہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکلے یا کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے اللہ کی پکڑ ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں صحیح معنوں میں مومن اور مسلم بننے کے لئے پہلے اپنے آپ میں سرتاپا انقلاب لانا ہے اور پھر دوسروں میں انقلاب لانے کی کوشش و محنت کرنی ہے کیونکہ حضور ﷺ کے بعد بحیثیت امت مسلمہ شہادت علی الناس کا فریضہ اب ہمیں ادا کرنا ہے ؎

حق نے کی ہیں دہری دہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

(مرتبہ: بیگم حافظ عاکف سعید)